# حضرت میاں محمد بخشؒ



میرپور کے جنوب میں تقریباً چھ کوس کے فاصلے پر پہاڑوں کے دامن میں نہر اپر چناب کے بائیں کنارے پر موضع کھڑی شریف ہے جہاں آج سے تقریباً دو سو سال قبل ایک مرد قلندر، قطب دوراں اور افصح الفصحاء نے جنم لیا تھا۔ اس کے عارفانہ کلام کی گونج اور مہک اب بھی انسانوں کے قلوب و اذہان میں اس طرح رچی بسی ہے کہ سنتے ہی معرفت الٰہی کے نزول کا احساس ہونے لگتا ہے۔ شام کے لمبے سایوں میں، پہاڑی راستوں کے نشیب و فراز میں، میدانوں کی وسعتوں میں، سرد رات کے گہرے سناٹوں میں، گرمیوں کی آگ برساتی دوپہروں میں، کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر، پہاڑوں کے دامنوں میں اور برساتوں کے روح پرور لمحات میں جب لوگ اپنے اپنے حال کے مطابق اس مردِ عارف کے اشعار باواز بلند پڑھتے ہوئے سنائی دیتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے ان میں سے کوئی اپنے محبوب کے فراق و ہجر میں ماہی بے آب ہو کر کہہ رہا ہو۔ ؎

آپ ولوں میں پورے کیتے حق محبت والے
لکھ مری اک راکھ نہ لبھی لعل بنے وٹ کالے

دلبر مینوں منہ نہ لاندا عشق پسند نہ کردا
کھوہ پئی سب کیتی کتری سکہ بنیاں زر دا

ترجمہ : میں نے اپنی طرف سے تو محبت کا پورا حق ادا کیا ہے لیکن میری محنت ثمر بار ثابت نہیں ہوئی اور میرے ہیرے جواہرات سیاہ پتھر ثابت ہوئے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ میرا محبوب مجھے منہ تک نہیں لگاتا اور نہ ہی میرے عشق کو پسند کرتا ہے۔ میرا سب کیا کرایا ضائع ہو گیا ہے اور میرا سونا بھی پتیل بن گیا ہے۔



کوئی جادۂ معرفت کی تلاش میں مضطرب و بے چین ہو کر پکار رہا ہو ۔

جے لکھ زہد عبادت کریئے بن عشقوں کس کاری
جاں جاں عشق نہ ساڑھے تینوں تاں تاں نبھے نہ یاری

کامل عشق خدایا بخشیں غیر ولوں مکھ موڑاں
ہکو جاناں ہکو تکاں ہکو آکھاں لوڑاں

ترجمہ : عشق کے بغیر زہد و تقویٰ سب بیکار ہے اور جب تک تن من جلا کر خاکستر نہ کر دے اس وقت تک دوستی نبھ نہیں سکتی۔ اے اللہ مجھے عشق کامل عطا فرما جو ماسوا سے بیگانہ کر دے تاکہ صرف تو ہی دل میں بسے۔ تیرا ہی جلوہ نظر آئے۔ ہر دم تیرا ہی ذکر کروں اور تیری ہی جستجو میں کھویا رہوں۔

کوئی دنیائے دنی کی بے ثباتی کا رو رو کر اظہار کر رہا ہو ۔

مان نہ کیجئے روپ گھنے دا وارث کون حسن دا
سدا نہ رہن شاخاں ہریاں سدا نہ پھل چمن دا

سدا نہ شے بازاراں وکسی سدا نہ رونق شہراں
سدا نہ موج جوانی والی سدا نہ ندیاں لہراں

ترجمہ : بے حد حسن پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا کوئی مالک نہیں۔ بالکل اس طرح جیسے درختوں کی شاخیں نہ تو ہمیشہ سرسبز رہتی ہیں اور نہ باغ میں ہمیشہ پھل دستیاب ہوتا ہے۔ بازاروں میں سدا اشیاء بھی فروخت نہیں ہوتیں اور شہر بھی ہمیشہ بارونق نہیں رہتے۔ جوانی کی ترنگ ہمیشہ رہنے والی نہیں اور نہ ہی سدا ندی میں لہریں موجزن رہتی ہیں۔



کوئی مصائب و آلام کی چکی میں پسا ہوا چیخ رہا ہو ؎

دکھیا دی گل دکھیا سندا سکھیا دی گل سکھیا
دکھیا ہائے کرے تاں کولوں سکھیا ہوندا دکھیا

ترجمہ : غمزدہ کی بات ہمیشہ مصیبت زدہ ہی سنتا ہے۔ جو سکھ میں ہو اس کی بات صرف سکھ والا سنتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مصیبت زدہ کسی سکھ والے کے پاس اپنے دکھوں کا اظہار کرتے ہوئے آہ بھرتا ہے تو اسے ناگوار گزرتا ہے۔

کوئی غریق بحر عصیاں اپنے مولا کریم کی رحیمی و کریمی دیکھ کر بے اختیار کہہ رہا ہو۔ ؎

واہ وا صاحب بخشن ہارا تک تک ایڈ گناہاں
عزت رزق نہ کھسے ساڈا دیندا پھر پناہاں

عیب میرے پرپلا دیندا ہنر کریندا ظاہر
جدوں کرم دا واڑا کردا کوئی نہ وہندا باہر

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی کیا شان ہے کہ میرے بے انتہا گناہوں کے باوجود میری عزت اور رزق کو ختم نہیں کرتا بلکہ اپنی پناہ میں رکھتا ہے۔ میرے عیبوں کو چھپا کر

میری خوبیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اپنے کرم سے اس طرح احاطہ کرتا ہے کہ کوئی اس سے باہر نہیں رہتا۔



یہ عارف و صاحب حال بزرگ جن کے کلام کی تاثیر سے بیمار روحوں کو شفا نصیب ہوتی ہے، حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے ۱۲۴۶ ہجری میں میرپور کے علاقہ کھڑی شریف کے ایک دیہات چک ٹھاکر میں جنم لیا۔ بوقت ولادت آپ کی والدہ ماجدہ کو عجیب و غریب کیفیات کا مشاہدہ ہوا جس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ نومولود عام بچوں کی طرح نہیں ہو گا۔

جب آپ کی عمر پانچ چھ سال کی ہوئی تو ان دنوں حضرت بکاشیر رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت صاجزادہ عبدالحکیم رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد کے مزار پر بغرض حاضری تشریف لائے۔ حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ بھی وہاں پہنچ گئے، حضرت صاجزادہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا تو آپ کے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا "یہ بچہ اپنے وقت کا بہت بڑا بزرگ ' ولی ہو گا۔"

حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کے آباؤاجداد ضلع گجرات کے ایک چھوٹے سے چک بہرام کے رہنے والے تھے' آپ کے خاندان کا تعلق گوجر قبیلہ کی پسوال گوت سے تھا۔ آپ کے جدامجد حضرت بابا دین محمد المعروف خواجہ دین محمد کو قطب الاقطاب حضرت غازی قلندر پیر پیرا شاہ غازی المعروف دمڑی والی سرکار نے گود میں لیا تھا کیونکہ آپ صاحب اولاد نہیں تھے۔ آپ نے کھڑی شریف میں ہی حضرت خواجہ دین محمد رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی تربیت فرمائی اور جب مرشد کا وصال ہوا تو آپ کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ حضرت خواجہ دین محمد فرد یزدانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں حضرت خواجہ میاں جیون ولی رحمتہ اللہ علیہ نے جنم لیا۔ جن کے ہاں حضرت شمس الدین تولد ہوئے اور ان کے ہاں تین صاجزادے میاں بہاول بخش' میاں محمد بخش اور میاں علی بخش پیدا ہوئے۔

ابتدائی گھریلو تعلیم کے بعد حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کو ان کے

برادر کلاں حضرت میاں بہاول بخش کے ہمراہ سموال شریف کی مشہور دینی درس گاہ میں داخل کرا دیا جہاں آپ نے نظم و نثر' حدیث وفقہ اور منطق پڑھی۔ دوران تعلیم آپ کا معمول تھا کہ حضرت مولانا عبدالرحمان جامی رحمتہ اللہ علیہ کی یوسف زلیخا تنہائی میں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز استاد گرامی حافظ محمد ناصر نے اشعار پڑھنے کی فرمائش کی تو عرض کیا پہلے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جلد علم عطا فرمائے۔ استاد نے آپ کے شوق و ذوق اور اشتیاق و ولولہ کو دیکھا تو دعا فرمائی۔

" اے اللہ ! میاں محمد بخش کو علم لدنی عطا فرما اور تمام پڑھی ہوئی کتب اور وہ کتابیں جو ابھی زیر مطالعہ نہیں آئیں اس پر آسان فرما"۔



دعا بارگاہ صمدیت میں قبول ہوئی' آپ نے بفضل ایزدی بہت جلد عربی اور فارسی زبان پر عبور حاصل کر لیا۔ علوم دینی میں بے حد سمجھ بوجھ پیدا ہو گئی یہاں تک کہ دقیق سے دقیق مسائل بھی آسانی سے حل فرمادیا کرتے تھے۔

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بچپن سے قدرتی مناظر اور حسن فطرت سے بے حد لگاؤ تھا۔ ورزش کا بھی شوق تھا۔ آپ کے مزار اقدس کے سرہانے کی جانب جو کنواں اب بھی موجود ہے اسے دونوں پاؤں کے انگوٹھے باندھ کر باآسانی پھلانگ لیا کرتے تھے۔ گھوڑے کی سواری میں بھی مہارت حاصل تھی۔ ایک عمدہ نسل کی گھوڑی پال رکھی تھی۔ علاوہ ازیں عوامی مسائل' حالات حاضرہ اور تہذیب و کلچر کا بھی کلی ادراک تھا۔ موسم گرما میں اکثر **پنجن** تشریف لے جایا کرتے تھے جو نہایت ہی خوب صورت مقام ہے۔ یہاں آپ مطالعہ و تدریس کے ہم آہنگ زیادہ تر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔

احاطہ دربار میں چار دیواری کے متصل ایک معمولی سی کٹیا میں آپ نے چودہ سال بسر کئے اور پھر صحرانوردی اختیار کی۔ ایک انتہائی تاریک رات کو یادالٰہی میں مشغول تھے کہ اچانک ایک نورانی چہرہ بزرگ نمودار ہوا۔ چندے گفتگو فرمانے کے بعد وہ آپ کا ہاتھ پکڑا کر کٹیا سے باہر لے گیا اور ایک جنگلی بوٹی توڑ کر آپ

کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے گویا ہوا۔

" اس سے خالص سونا بن سکتا ہے حکم ہو تو طریقہ بتاؤں ۔"

آپ نے سنا تو مسکراتے ہوئے فرمایا ۔

" حضرت ! اگر بتانا ہے تو مس قلب میں زر خالص کی سی چمک دمک پیدا کرنے کا گر بتائیں۔"

بزرگ نے سنا تو اجازت لے کر رخصت ہو گیا اور چند دنوں کے بعد پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔

" ارشاد ہو تو ایسا عمل عرض کروں جس سے جنگلی جانور اور درندے آپ کے تابع ہو جائیں۔"

"اگر بتا سکتے ہو تو ایسا نسخہ بتاؤ جو توسن نفس پر سواری میں ممدو معاون ثابت ہو"

آپ نے کہا تو یہ سن کر وہ شخص چلا گیا اور پھر کبھی لوٹ کر نہیں آیا۔

حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ پندرہ سال کے تھے کہ مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۲۶۱ ہجری میں آپ کے والد بزرگوار میاں شمس الدین بستر مرگ پر دراز ہوئے تو انہوں نے مریدین خاص کو طلب فرمایا' پند و نصائح کئے' دنیائے دنی سے بے رخی کی تلقین کی اور اپنے قرب وصال کی خبر دینے کے بعد ارشاد فرمایا۔

" میں اپنے بعد میاں محمد بخش کو سجادہ نشین کرنا چاہتا ہوں جو کہ سنت اولیاء اللہ ہے۔"

یہ فرما کر آپ نے حافظ محمد ناصر کا شعر پڑھا ۔

دند گھسے سنگ اوکھڑے دھولاں سٹے کن
لاہ نے خصماں ٹلیاں گل ہودی وے نبھ

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے خود کو سجادہ نشینی کے بار عظیم کا

متحمل نہ ہونے کا اعتراف کیا اور برادر کلاں حضرت میاں بہاول بخش رحمتہ اللہ علیہ کو اس منصب پر بٹھانے کی درخواست کی تو والد گرامی نے فرمایا۔

" اس امر کے متعلق بزرگان دین بہتر جانتے ہیں کہ کون کس منصب کے لائق ہے۔"



اور شدید علالت کے باوجود چارپائی سے اٹھ کر حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کو دونوں بازوؤں سے زور سے پکڑ کر باواز اس طرح گویا ہوئے جیسے کسی سے مخاطب ہوں "یا حضرت عبدالقادر جیلانی (رحمتہ اللہ علیہ) ! میرے اس بیٹے کو قبول فرمائیں"

ان الفاظ کا منہ سے نکلنا تھا کہ کمرے میں نہایت اعلیٰ قسم کی خوشبو پھیل گئی، عجیب طرح کی رونق کا احساس ہوا اور حاضرین محفل پر گریہ کا عالم طاری ہو گیا۔

حضرت میاں صاحب اکثر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے لیکن کسی مرد کامل کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی تمنا ہنوز سینے میں کروٹیں لے رہی تھی۔ بعض اوقات بے ساختہ ہونٹوں پر یہ اشعار مچل جاتے تھے۔ ؎

رحمت دا مینہ پا خدایا باغ سکا کر ہریا
بوٹا آس امید میری دا کر دے میوے بھریا

کدھرے نظر نہ آوے کوئی بھرے پیالے والا
جے دسے تاں ورتے ناہیں تاں پک گھٹ نوالا

جب کوئی مرشد کامل نہ ملا تو استخارہ کیا اور حضرت دمڑی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں اپنا حال عرض کیا۔ انہوں نے خواب میں ارشاد فرمایا۔

" میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ ! تم میرے مرید ہو لیکن ظاہری مراسم بیعت کی ادائیگی کے لئے سلسلہ عالیہ قادریہ میں سائیں حضرت غلام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے

پاس جاؤ"۔

چنانچہ بیدار ہوتے ہی آپ کلروڑی ضلع میرپور میں حضرت سائیں کی خدمت میں حاضری کے لئے چل پڑے، جو حضرت بابا بدوح شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انہوں نے خلافت حضرت بکاشیر رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی اور وہ حضرت دمڑی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حاضر خدمت ہو کر بیعت ہونے کے لئے عرض کیا اور حضرت دمڑیوالی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد بھی بتایا، حضرت سائیں غلام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے چندے انتظار کرنے کی تلقین فرمائی اور پاس ہی ٹھہرا لیا۔ جب کبھی موقعہ ملتا تو حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ تمنائے بیعت کا اظہار فرماتے لیکن حضرت سائیں صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ صبر کرنے کے لئے کہتے اس طرح چند سال گزر گئے لیکن آپ نے صبر کا دامن نہ چھوڑا اور مرشد کے فرمان کے مطابق عمل کرتے رہے۔ اس طرح آپ کو تزکیہ نفس کی بے انتہا دولت نصیب ہوئی۔ ایک دن حضرت میاں سائیں غلام محمد رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد کے مزار کے قریب تشریف فرما تھے کہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بلایا اور شرف بیعت سے سرفراز فرمایا۔ ضروری ہدایات دیں اور کشمیر میں حضرت شیخ احمد ولی کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حکم سنتے ہی آپ پیدل ننگے پاؤں بجانب کشمیر چل پڑے۔ راستے میں ایسے افراد سے ملاقات ہوئی جو کافی عرصہ انتظار کرنے کے باوجود حضرت شیخ احمد ولی کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے محروم رہے اور سینے میں حسرت کا داغ لئے واپس لوٹ رہے تھے، انہوں نے واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے سفر جاری رکھا۔



کافی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد وارد کشمیر ہوئے تو سیدھے حضرت شیخ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص چوبی تخت پوش پر بیٹھا تلاوت قرآن میں مصروف تھا، آپ نے دیکھا تو اس نے کہا۔

"آپ حضرت شیخ کشمیری سے شرف ملاقات چاہتے ہیں۔ ان کی آمد کے بارے میں قطعی طور پر نہیں کہا سکتا کہ کب تشریف لائیں گے۔"

اس نے ابھی یہ فقرہ کہا ہی تھا کہ باہر کے دروازے سے حضرت شیخ احمد ولی کشمیری رحمتہ اللہ علیہ ہاتھ میں عصا تھامے نمودار ہوئے اور حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے اس طرح پرتپاک ملے جیسے عرصہ دراز سے جانتے ہوں۔ دوران گفتگو حضرت دمڑی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر خیر آیا تو حضرت شیخ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ نے احتراماً اپنا سر خم کر دیا۔ انہوں نے حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو نیا جوتا خریدنے کے لئے تھوڑی سی نقدی دی اور فرمایا۔

"ابھی کشمیر کی سیر کریں جب واپسی کا ارادہ ہو تو تشریف لائیں انشاء اللہ ملاقات ہو جائے گی۔"



اور گھر کے اندر تشریف لے گئے۔" حضرت میاں صاحب بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک روز حضرت شیخ نورالدین ولی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر تھے کہ والئ کشمیر کے ایک مصاحب نے دیکھ لیا اور اسے آپ کی موجودگی کے بارے میں اطلاع دی' حاکم کشمیر نے حضرت سید باقر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی محافل میں کئی بار آپ کی بزرگی و عظمت کا تذکرہ سنا تھا۔ فورا" آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور بصد انکسار و محبت شرف مہمانی کی درخواست کی۔

آپ ایک ماہ تک اس کے پاس رہے' اس دوران میں اہالیان کشمیر جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے آئے اور دین و دنیا کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔ ایک ماہ کے بعد آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ حسب ارشاد حضرت شیخ احمد ولی کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ اسی لمحے وہ اندر سے تشریف لائے اور حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے جہاں انہوں نے علم لدنی جو بطور امانت ان کے پاس تھا ایک ہی نظر میں حضرت

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سینے میں منتقل فرما دیا۔ جب آپ حجرے سے باہر تشریف لائے تو آپ پر محبت الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انوکھا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ آپ وطن واپس تشریف لے جانے کی بجائے جنگلوں اور بیابانوں کی طرف نکل گئے جہاں آپ ہر لحظہ یادالٰہی میں مصروف رہتے تھے۔



حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرائض و سنت کے بے حد پابند تھے، ساری عمر روزہ اور تکبیر اولیٰ قضا نہ ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ ماہ رمضان میں عارضہ اسہال میں مبتلا ہو گئے علاج کے لئے عرض کیا گیا۔ لیکن روزہ کسی قیمت پر قضا کرنے پر آمادہ نہ تھے، اسی اثنا میں حضرت پیر شیر شاہ قریشی رحمتہ اللہ علیہ جو حکیم حاذق بھی تھے تشریف لے آئے۔ انہوں نے ایسا شربت تیار کر دیا جو بوقت سحری و افطاری ہی استعمال کرنا تھا۔ لہٰذا چند دنوں میں صحت یاب ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپ آستانہ عالیہ آوان شریف حافظ قادر بخش کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ولاور پور گاؤں کے قریب شام ہو گئی۔ شب باشی کے لئے آپ خود مسجد میں تشریف لے گئے اور حافظ قادر بخش گھوڑیوں کو لے کر گاؤں کے چودھریوں کی حویلی کی طرف چلا گیا جہاں وہ چوپٹ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا کہ کون آیا ہے۔ حافظ صاحب کو یہ بات ناگوار گزری اور واپس لوٹ آئے۔ راستے میں ایک شخص ملا اور انہیں گیارھویں شریف کے ختم کے لئے ساتھ لے گیا۔ ختم پڑھنے اور تبرک لینے کے بعد حافظ صاحب کے ساتھ وہ شخص مسجد تک آیا۔ پوچھنے کے باوجود حافظ صاحب نے حضرت میاں صاحب کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ وہ شخص سمجھا کہ یقیناً یہ کوئی عظیم ہستی ہے جو نام تک بتانا پسند نہیں کرتی لہٰذا بصد عجز و انکسار ساتھ لے گیا۔ دوسرے دن واپسی پر راستے میں حافظ صاحب نے اپنے میزبان کو حضرت میاں صاحب کے بارے میں بتایا تو وہ زار و قطار رونے لگا۔ کف افسوس ملتے ہوئے بولا۔

" قطب زماں میرے گھر میں رات بھر رہا اور میں خاطرخواہ طور پر خدمت بھی

نہیں بجالایا۔"

حضرت میاں صاحب نے اس کا خلوص و محبت دیکھا تو اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ اس نے اپنی غربت و افلاس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔

" خدائے قدوس و غنی کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ بعید نہیں کہ وہ چودھریوں کے گھر کی شان و شوکت تمہیں بخش دے جو مسافروں کے ساتھ بے رخی سے پیش آتے اور نجس کھیلوں میں مشغول رہتے ہیں اور تمہارے گھر کی غربت ان کے گھر میں ڈال دے"۔



آپ کی زبان ترجمان حق بیان سے یہ نکلنا تھا کہ حالات نے پلٹا کھانا شروع کر دیا اور قلیل مدت میں ہی وہ شخص چودھریوں کے مقام پر اور چودھری اس کی حالت کو پہنچ گئے۔

حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ نے تاحیات شادی نہیں کی۔ ہمیشہ یاد الٰہی اور مخلوق خدا کی غمگساری میں مصروف رہتے تھے۔ مقربین و احباب و رفقاء سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ ان کے غم کو اپنا غم اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی تصور کرتے تھے۔ سات ذوالحجہ ۱۳۲۴ ہجری کو موسم انتہائی سرد تھا۔ حضرت میاں صاحب نے نماز عصر کے ظائف و درود سے فارغ ہو کر نماز مغرب کے لئے تازہ وضو فرمایا تو معا" آپ کا جسم مبارک ایک طرف سے جھک گیا۔ خادم نے عالم پریشانی میں دوسرے خادم کو آواز دی اور آپ کو اٹھا کر چارپائی پر لٹا دیا۔ انتہائی لاغری و کمزوری کے باعث آپ بیہوش تھے اور پھر اسی حالت میں اپنے خالق حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔

وصال سے چند روز قبل آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے وہ شخص غسل دے جس نے کبھی غیرمحرم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا ہو۔ لوگ اس ہستی کے منتظر تھے کہ سموال شریف کے حضرت حافظ مطیع اللہ رحمتہ اللہ علیہ آگے بڑھے۔ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو غسل دیا اور پھر کھڑی شریف میں ہی سپرد خاک کر دیا

گیا۔ آپ کا عرس ہر سال سات ذوالحجہ کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔
آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے مشہور کتب پندرہ کے قریب ہیں لیکن سیف الملوک کو شہرت دوام حاصل ہے۔



آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ لالچ میں آکر انسان کو جادۂ حق سے انحراف نہیں کرنا چاہیے۔ بزرگی کا تعلق عمر سے نہیں بلکہ نیک اعمال سے ہے۔ مسافروں کا اللہ تعالیٰ نے حق رکھا ہے۔ ان سے بے اعتنائی برتنی نہیں چاہیے اور حصول علم کے لئے ہمیں اپنے اندر تڑپ پیدا کرنی چاہیے۔